THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT
Monday, June 20, 2011
(71st Session)
Volume IV No.12
(Nos.1-16)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran	1
2.	Leave of Absence..............................	2
3.	Points of Order:	
	i. Load Shedding and Related Problems of the Public..............................	7-10
	ii. Doctors' Strike in Balochistan	11
	iii. Posting of a Local Chief Engineer in Pak. PWD, Balochistan.................	12
	iv. Problems of Payments to Affectees of Kuwait and Iraq..........................	13
	v. Completion of Projects in Khyber Pakhtunkhwa.............................	14
	vi. Water Supply from Shah Allah Ditta Reservoir..................................	15
	vii. Misstatement of a Politician............	16-24
	viii.Protest of NCHD Employees	25-37

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.
Volume –IV SP. IV (12)/2011
No.12 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, June 20, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty three minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا
وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ
شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ
لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ: اور اللہ کا انعام جو تم پر ہوا ہے اسے یاد کرو اور اس کا عہد جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ دلوں کی بات خوب جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہر گز نہ چھوڑو انصاف کرو یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ اس سے خبردار ہے۔ اللہ نے ایمان والوں سے اور جو نیک کام کرتے ہیں بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔

سورۃ المائدہ (آیات 7 تا 9)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ .Leave applications

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب عبدالنبی بنگش صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 13 تا 17 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیاآپ ان کی رخصت منظور فرماتے،ہیں ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد جہانگیر بدر صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 20 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیاآپ ان کی رخصت منظور فرماتے،ہیں ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ سیمیں صدیقی صاحبہ ناسازی طبیعت کی بنا پر مورخہ 16جون کو اجلاس میں شرکت نہیں سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیاآپ ان کی رخصت منظور فرماتے،ہیں ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب طارق عظیم خان صاحب ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ 10 تا 17 جون اجلاس میں شرکت نہیں سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیاآپ ان کی رخصت منظور فرماتے،ہیں ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب وسیم سجاد صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 20 جون تا اختتام حالیہ اجلاس، ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیاآپ ان کی رخصت منظور فرماتے،ہیں ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: کون debate میں حصہ لینا چاہے گا؟ کاکڑ صاحب! آپ بولیں گے۔ ایک منٹ جی کاکڑ صاحب۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈووکیٹ: جناب! میں آخر میں بولنا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: آخر میں کیونکہ ہر آدمی آخر میں نہیں بول سکے گا۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: اس وقت میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے، you are forfeiting your right. Next کون ہے۔

Senator Rahmattullah Kakar Advocate: I am not forfeiting my right, I am pending my right.

جناب چیئرمین: آپ دیکھیں، آپ آج debate کر لیں یا کل صبح سب سے پہلے آپ debate کریں گے کیونکہ میں آپ کو بتاؤں کہ decide کیا گیا تھا، آپ موجود نہیں تھے، شاید آپ کو مولانا صاحب نے نہیں بتایا ، میں آپ کو decision بتا دوں۔ چٹھہ صاحب! let us be serious, ایک منٹ۔ Advisory Committee میں یہ فیصلہ ہوا ہے، بدھ کی دوپہر تک اس debate کو conclude کرنا ہے اور جمعرات اور جمعہ کو Presidential Address کے باقی جو speakers ہیں، انہوں نے conclude کرنا ہے۔ آپ میری بات سن لیں، جمعرات اور جمعہ کو Presidential Address پر بحث ہے، آپ کل بول سکتے ہیں کیونکہ بدھ کو صرف ڈار صاحب اور مولانا صاحب یا ان کا nominee بولے گا۔ کل سب سے پہلے میاں رضا ربانی صاحب بولیں گے، رضا ربانی صاحب کے بعد سواتی صاحب بولیں گے، سواتی صاحب کے بعد نیر بخاری صاحب ہیں، اگر بابر اعوان صاحب آ گئے تو بابر اعوان صاحب نیر بخاری صاحب سے پہلے یا ان کے بعد بولیں گے۔ کل ہم اجلاس صبح اور شام چلائیں گے تاکہ تمام speakers complete ہو جائیں۔ پرسوں ڈار صاحب بولیں گے اور مولانا حیدری صاحب نے کہا کہ اعظم خان سواتی صاحب میری طرف سے rebut کریں گے، جواب دیں گے، کوئی نئے نکات پیدا ہوئے جن پر آپ نے speech نہیں کی ہے، یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کاکڑ صاحب اگر آپ نے بولنا ہے تو آپ آج بول لیجیے یا کل میاں رضا ربانی صاحب سے پہلے بات کر لیجیے گا۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: کیا اس کے بعد بات کرنے میں کوئی حرج ہے؟

جناب چیئرمین: کل صبح رضا ربانی صاحب سے پہلے کر لیجیے گا یا ابھی کر لیں، یہ آپ کی مرضی ہے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: ڈار صاحب والا دن بڑا suit کرتا ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں ڈار صاحب والا دن آپ کو نہیں مل سکتا۔ آپ لوگ ذرا صبر کیجیے، میں نے point of order کا بتا دیا ہے۔ مولانا صاحب کی موجودگی میں debates کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے، this is a consensus of the parliamentary leaders of the House. جی سیف اللہ صاحب! آپ اس پر کوئی بات کرنا چاہیں گے؟ You are welcome to debate. Please no politics, only focus on law and Constitution. Thank you.

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: جناب چیئرمین! میرے خیال میں اس پر ہم نے بہت کچھ سن لیا ہے اور اس کو زیادہ لمبا کرنا مناسب نہیں ہے، ملک میں اس وقت اور بہت اہم مسائل چل رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس لیے ہم اس کو جلدی wrap up کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: میں تو یہ گزارش کروں گا کہ آپ اس کو کل wind up کرنے کی کوشش کریں۔

جناب چیئرمین: اصل میں یہ چیزیں Advisory Committee میں طے ہوئی ہیں، اس میں ڈار صاحب، مولانا صاحب اور پروفیسر صاحب بھی موجود تھے، ادھر یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: میں ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا، جو میرے اپوزیشن کے بھائی اور بہنوں نے بات کی ہے میں ان سے متفق ہوں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ طارق عظیم صاحب! آپ کوئی بات کرنا چاہیں گے یا you adopt the arguments?

سینیٹر طارق عظیم خان: جناب چیئرمین! میں اس سلسلے میں آپ کی رائے چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: ضرور، ضرور کیونکہ آپ طارق بھی ہیں، عظیم بھی ہیں اور خان بھی ہیں۔

سینیٹر طارق عظیم خان: آپ کا بہت شکریہ۔ میں اس کے سلسلے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ پارٹی کی طرف سے according to the Constitution جو decision or direction دی

جاتی ہے اور یہ decision reaching کیسے ہوتی ہے، how do you communicate to the members کہ پارٹی کا کیا فیصلہ ہوا ہے؟ اب ہو یہ رہا ہے کہ Peoples Party leadership کے ایک یا دو بندے decide کر لیتے ہیں، اسے کس طریقے سے convey کیا جاتا ہے، if people do not know کہ پارٹی کا decision کیا ہے؟ How can they follow it? یہ ایک بڑا important نکتہ ہے جس کے بارے میں، میں چاہوں گا کہ آپ وضاحت کریں کہ کس طریقے سے communicate کیا جاتا ہے جو decision لیا جاتا ہے، اس decision making میں کیا چیزیں contribute کرتی ہیں۔ ابھی تک تو دیکھا گیا ہے کہ decision لے لیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، ہم اس کو نظر میں رکھ لیں گے۔ شکریہ۔ جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین شکریہ۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ نے Leader of the Opposition کے حوالے سے جو فیصلہ دیا تھا، اس میں عوامی نیشنل پارٹی کا ذکر بھی تھا اور وہ اس حوالے سے تھا کہ محترم چوہدری شجاعت صاحب نے ایک خط آپ کو لکھا اور اس میں یہ کہا کہ میری پارٹی کا علیحدہ ایک گروپ ہے جو اپوزیشن میں بیٹھا ہوا ہے اور بڑے عرصے سے بیٹھا ہوا ہے، اگر آپ ان کے ووٹ ڈار صاحب کے حق میں تسلیم کرتے ہیں تو پھر عوامی نیشنل پارٹی، MQM اور پاکستان مسلم لیگ(ق) کے 31 ووٹ مولانا صاحب کے حق میں تصور کریں۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ ہمارے متعلق فیصلہ کرے۔ دوسرے ہم treasury benches کا حصہ ہیں، treasury benches کا تو یہ کام نہیں ہے کہ اپوزیشن کے لیڈر کا انتخاب کرے۔ میری درخواست پر دفتر سے مجھے چوہدری صاحب کے خط کی نقل فراہم کی گئی کیونکہ چوہدری صاحب نے کہا کہ شاید میں نے ایسا نہیں لکھا لیکن انہوں نے بڑے واضح طور لکھا ہے:

> "It is proposed to count the names of the members of the treasury benches for naming of the Leader of the Opposition in the Senate, then a list of 13 members belonging to JUI in Senate shall be counted with the attached list of other 31 members. This made the total 44 members".

اس میں میری پارٹی کے سینیٹر محمد زاہد خان صاحب، سینیٹر الیاس احمد بلور صاحب، سینیٹر افراسیاب خٹک صاحب، سینیٹر عبدالنبی بنگش صاحب، خاتون سینیٹر محترمہ فرح عاقل صاحبہ اور میرا نام ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ آپ نے اس خط کو قبول کیسے کیا اور پھر اپنے فیصلے میں اس خط کا حوالہ کیسے دیا۔ عجیب سی بات ہے، ہمارا تعلق تو treasury benches سے ہے، ہم تو اس کا حصہ ہی نہیں ہیں۔ شاید MQM سے پوچھا گیا ہو مگر ہم سے تو پوچھا بھی نہیں گیا۔ میں پرزور طریقے سے اس کی تردید کرتا ہوں، یہ کسی کا حق نہیں ہے کہ ہمارے متعلق لکھے۔

دوسرے میں یہ عرض کروں گا کہ جناب! آپ کا تعلق پیپلزپارٹی سے ہے اور ہم آپ کے اتحادی ہیں۔ مشرف دور میں قومی اسمبلی میں جب حزب اختلاف کی leadership کا فیصلہ ہوا تھا تو پیپلزپارٹی اس وقت اپوزیشن میں اکثریت میں تھی لیکن کسی اور صاحب کو Leader of the Opposition بنا دیا گیااور اس فیصلے پر مسلسل پانچ سال تک تنقید ہوتی رہی۔ پیپلزپارٹی اور ہم سب اس کے اتحادی، جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ آپ جو فیصلہ کریں گے وہ اس امیدوار کے حق میں کریں گے جس کے پاس واقعی اپوزیشن میں بیٹھے لوگوں کی اکثریت ہو۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی عبدالغفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری (قائد حزب اختلاف): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ حاجی عدیل خان صاحب نے جس خط کا حوالہ دیا ہےوہ تو خیر وہ جانیں اور چوہدری صاحب جانیں کہ کس بات کو مدنظر رکھ کر یہ خط لکھا گیا۔ ہم اس خط سے جو سمجھے ہیں وہ یہ کہ مسلم لیگ(ق)جو کہ حکومت کا حصہ بن چکی ہے، اس کے ارکان اپوزیشن لیڈر کے لیے کسی بھی شخص کو ووٹ نہیں دے سکتے، چنانچہ آپ نے بھی اس چیز کا لحاظ رکھا لیکن بالفرض آپ----

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! ایک منٹ، آپ بحث میں جارہے ہیں، یہ بحث جو آپ کررہے ہیں یہ بالکل آپ کا حق ہے مگر جب آپ کی turn آئے گی تب کیجیے گا۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: ٹھیک ہے۔ انہوں نے جو قومی اسمبلی کی بات کی---

جناب چیئرمین: انہوں نے چوہدری شجاعت صاحب کے خط کی بات کی، آپ کی کوئی بات نہیں کی۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف کی بات کررہا ہوں۔

جناب چیئرمین: وہ پرانی بات ہے، اس کو چھوڑ دیجیئے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: پرانی باتیں نہیں، انہوں نے پرانی بات چھیڑی ہے تو آپ مجھے کیسے روک رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: چلیں پھر آپ جواب دے دیجیے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: انہوں نے جو بات کی ہے، یہ تھوڑا سا حافظے پر زور ڈالیں، صورت حال یہ تھی کہ پیپلز پارٹی کے 80 اراکین تھے اور MMA کے 67 یا 68 اراکین تھے، وہ ریکارڈ پر موجود ہے۔ پیپلز پارٹی کے 20,22 دوستوں کو معلوم ہے کہ وہ پیٹریاٹ کے نام سے ایک تنظیم بنا کر چلے گئے اور حکومت میں شامل ہو گئے اور وزیر بھی بنے۔ مسلم لیگ (ن) کے 18 یا 20 لوگ تھے تو اس وقت بھی اسی بات کا لحاظ رکھا گیا کہ اپوزیشن میں موجود جماعتوں ہیں ان میں اکثریت MMA کی ہے، تو اسی بات کو مد نظر رکھ کر مولانا فضل الرحمان صاحب کو قائد حزب اختلاف بنایا گیا۔ اب اس بات کو اس انداز سے چھیڑنا کہ اقلیت میں تھے اور آپ نے بھی اسی بات کو مد نظر رکھا ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ Any affected? اور تو کوئی نہیں ہے؟ زاہد صاحب! آپ کو کیا ہو گیا ہے، point of order لیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کوئی اور speaker نہیں ہے۔ National party is very clear آپ affected نہیں ہیں، آپ ڈار صاحب کے ساتھ ہیں۔ جی زاہد صاحب! آپ بہت بے تاب ہیں، اپنے point of order سے بسم اللہ کیجیے۔

Points of Order

Load Shedding and Related Problems of the Public

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں چونکہ حالات دیکھ رہا تھا کوئی speech کے لیے تیار ہی نہیں ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ جو عوام کے مسائل ہیں ان کو لے لیں۔

چیئرمین صاحب! میں جس point of order پر بات کر رہا ہوں یہ ایک عوامی مسئلہ ہے اور بہت اہم ہے۔ جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہو گا، دو تین دن پہلے بھی میں نے واپڈا کے متعلق یہی

بات کی تھی کہ لوڈشیڈنگ کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے ، جس وقت ،ان کی مرضی ، جہاں سے بجلی کو بند کردیں اور خصوصاً پھر اسی دن میں نے دیر کا حوالہ دیا تھا کہ وہاں پر lightآنے یا Air-conditionچلانے یا پنکھے چلانے کی تو بات ہی نہیں ہے۔ کیونکہ بجلی نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ ہم لالٹین جلالیں گے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہوا کے لیے کہیں درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ جائیں گے لیکن پینے کے پانی کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ 2010 میں جو سیلاب آیا تھا اس کی انکوائری سپریم کورٹ نے بھی کی اور جب اس کی رپورٹ آئی تو اس میں یہ آیا کہ اگر منڈا ڈیم ہوتا تو شاید یہ نوبت نہ آتی لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ منڈا ڈیم پر کام کیوں رک گیا تھا۔ یہ 2004 کا منصوبہ تھااور ایک ٹھیکیدار کو کام دیا گیا تھا اور اس کا MoU sign ہو گیا تھا۔ وہ bankrupt تھا یا کیا تھا، اس کے خلاف واپڈا نے کارروائی کی اور اس کا agreementختم کردیا۔ اس ٹھیکیدار نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں stay لے لیا۔ [XXXX]* اگر منڈا ڈیم بن جاتا تو شاید پاکستان میں سیلاب سے جو تباہی ہوئی ہے، وہ نہ ہوتی۔ ہمارا دس بلین ڈالر جو سیلاب پر خرچ ہوا ہے یہ نہ ہوتا ،اگر یہ ڈیم ہوتا۔ یہ تعین کیا گیا ہے کہ فلاں بند کس نے توڑا ، فلاں کس نے توڑا یا کس انجینیئر ، XEN یا Home Secretary نے توڑالیکن یہ تعین نہیں کیا گیا کہ منڈا ڈیم کی تعمیر میں تاخیر کا ذمہ دار کون ہے؟ [XXXX]* میرے علاقے میں چکدرہ bridgeجو پانچ اضلاع کو ملاتا ہے۔ جب سیلاب آیا تو وہ مسمار ہو گیا۔ ہم نے بڑی مشکل سے اس کو عارضی طور پر بنایا ہے۔ اس دن جب میں نے بجلی کی بات کی تو نوید قمر صاحب یہ کہہ رہے تھے کہ جو ٹرانسفارمر ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ پوری مالاکنڈ ڈویژن کو بجلی سپلائی کرسکتا ہے۔ مالاکنڈ ڈویژن میں نو اضلاع ہیں اور ان کی آبادی ساٹھ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ وہاں پر بجلی کے وولٹیج تب ہی ممکن ہیں کہ آپ 220KV کا ٹرانسفارمر لگائیں تو وہ کہتا ہے کہ اس bridgeمیں اتنی جان ہی نہیں کہ اس پر سے اس کو گزارا جائے۔ اگر وہ نہیں جاسکتا تو پھر کیا ہوگا۔ پھر یہی ہوا کہ ہم حکومت سے لڑتے رہے اور ابھی اس bridge کی تعمیر کی منظوری ہوئی ہے۔ ہم خوش ہوئے کہ اس کی تعمیر ہو جائے گی تو ایک ٹھیکیدار اٹھا اور دوسرے ٹھیکیدار کے خلاف اسلام آباد ہائی کورٹ میں درخواست دے دی [XXXX]* لوگوں کو وہاں پینے کا پانی نہیں مل رہا، بجلی تو دور کی بات ہے۔ ابھی پھر جولائی آرہا ہے اور محکمہ موسمیات والے بتارہے ہیں کہ سیلاب کا خطرہ ہے۔ وہ جو عارضی bridge لگایا گیا ہے وہ اگر پھر ٹوٹ گیا تو مجھے بتائیں کہ ان پانچ

[XXXX] Words expunged by the orders of the Chairman.

اضلاع کو کھانے پینے کی چیزیں کہاں سے بھیجی جائیں گی۔ میں نے اس وقت بھی اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اسلام آباد ہائی کورٹ کی حمایت نہ کرو، یہ تو ہمارے لیے ایسا ہوا کہ ایک مرتبہ جب ہم سینیٹر بن رہے تھے تو رات کو ایک بندہ وہاں گیا اور اس نے درخواست دی اور میں اس وقت دیر میں تھا اور اس کو راتوں رات stay مل گیا۔ رات کو ٹی وی پر اعلان ہوا کہ فلاں فلاں بندہ جس نے الیکشن جیتا ہے وہ حاضر ہو۔ ہم صبح دس بجے ادھر پہنچے کیونکہ ہمیں وہاں سے آنا تھا۔ ایک وکیل ہے میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا کیونکہ اس سے اب ہماری صلح ہو گئی ہے اس نے ہم چھ سینیٹروں سے چالیس لاکھ روپے لیے۔ ہم نے request کی آپ تو پیش بھی نہیں ہوئے اور اتنے پیسے لے رہے ہیں مہربانی کرکے آدھے لے لیں۔ آپ یقین کریں جب ہم نے یہ بات کی تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ نہیں دیتے تو میں سپریم کورٹ میں جا کر آپ کے خلاف stay لے لوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ حکومت کی توجہ کس طرف مبذول کرا رہے ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں اور Law Ministry کی طرف توجہ متوجہ کرانا چاہتا ہوں کہ وہ کم از کم اس ہائی کورٹ کو یہ بتا دے کہ جس علاقے سے تعلق ہو وہاں وہ کیس کو بھیج دے۔ ہم نے مالاکنڈ ڈویژن میں دارالقضا اسی وجہ سے قائم کیا کہ وہاں کے لوگوں کے مسائل وہاں پر ہی حل ہوں------

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں somebody is on the floor جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شاہ صاحب! مجھے بات تو ختم کرنے دیں۔ میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر ہم نے ہائی کورٹ اس لیے قائم کیا کہ وہاں کے لوگوں کو سہولت ہو۔

جناب چیئرمین: زاہد خان صاحب! شاہ صاحب آپ کو ایک قانونی مسئلہ بتا رہے ہیں۔ جی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! میں عرض کرتا ہوں کہ فاضل دوست کی شکایت اپنی جگہ پر بجا، سر آنکھوں پر، ہم بھی ان کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے stay order کی بات کی، پھر اسلام آباد ہائی کورٹ کی بات کی، پھر منڈا ڈیم کی بات کی۔ چھ سال تو اسلام آباد ہائی کورٹ کو بنے ہوئے نہیں ہوئے۔ خدا کا خوف کھائیں اسلام آباد ہائی کورٹ کو بنے ابھی چھ مہینے بھی نہیں ہوئے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شاہ صاحب! آپ کو تو علم ہی نہیں ہے۔خدا کے لیے، یہ پنجاب ہر جگہ کیوں ٹانگ اڑاتا ہے۔پنجاب ذرا آرام سے بیٹھے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: آپ ہر بات میں پنجاب کو کیوں لاتے ہیں، بات بجلی کی ہو، موسم کی ہو، بارش کی ہو تو آپ درمیان میں پنجاب کو لے آتے ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شاہ صاحب! آپ پنجاب کی نمائندگی ضرور کریں لیکن میری تقریر ختم ہونے کے بعد آپ اپنی باری پر بات کریں، مہربانی ہوگی۔ یہ کبھی بھی نہیں ہوا کہ ایک رکن تقریر کر رہا ہو تو دوسرا اس میں مداخلت کرے یہ اچھی بات نہیں ہے۔آپ کو بھی موقع مل جائے گا پھر آپ بات کریں۔ پرسوں ہماری میٹنگ ہے اور میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ اس میں آئیں اور آپ کو پتا چلے گا کہ منڈا ڈیم پر اسلام آباد ہائی کورٹ میں stay ہے یا نہیں ہے۔جو ہائی کورٹ پرویز مشرف نے بنایا تھا اس کی بات کر رہا ہوں۔آپ نے تو ابھی بنایا ہے۔

جناب چیئرمین: چلیں زاہد خان صاحب آپ کا موقف آ گیا ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: دیکھیں جی یہ ہوا میں اڑانے والی بات نہیں ہے۔اگر یہ لوگ بجلی کی کمی پوری کرتے تو اس دن راولپنڈی میں جو ہنگامے ہوئے ہیں، وہ نہ ہوتے۔

Mr. Chairman: Courts are independent, courts don't function under the Ministry of Law.

سینیٹر محمد زاہد خان: لیکن یہ عوام کی سہولت کے لیے ہیں، عوام کے بغیر کوئی کورٹ، پارلیمنٹ ہو وہ عوام سے بالاتر نہیں ہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب آپ تشریف رکھیں، زاہد خان صاحب بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ لوڈشیڈنگ کی جو بات ہے اگر اس پر عمل ہوتا تو راولپنڈی میں جو جلوس نکلا ہے، لوگوں کی گاڑیاں جلا دی گئیں، دفتر جلا دیئے گئے۔ کیا حشر ہوا۔ اگر ایسے حالات کل مالاکنڈ ڈویژن میں ہوگئے تو وہاں سے لوگ نکل آئے تو پھر کون ذمہ دار ہوگا۔ [XXXX][*]

---

[*] *[XXXX] Words expunged by the orders of the Chairman.*

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! یہ مسئلہ جو 18th Amendment میں آیا ہے۔ [XXXX]* ہمارے دوسرے صوبوں کے معاملات یہاں آتے تھے اور یہاں کے وکیلوں کا ہمیں پتا ہے کہ چالیس، چالیس لاکھ روپے فیس لیتے ہیں، شاہ صاحب اس بات پر خفا نہ ہوں۔ شاہ صاحب کو شاید کم ملتے ہوں گے لیکن ہم نے 18th Amendment میں اس چیز پر پہلے ہی protest کیا تھا کہ اسلام آباد میں ہائی کورٹ نہ ہو لیکن ہمیں guarantee دی گئی ہے۔ [XXXX]* یہ صرف اسلام آباد کے معاملات طے کرے گی۔ اب چونکہ اسلام آباد میں تمام مرکزی دفاتر ہیں اور ہر صوبے کے معاملے کو یہاں آکر Stay مل جائے گا تو بلوچستان، ژوب سے لوگ اور ہمارے علاقے تیمر گرہ اور سوات سے یہاں آئیں گے۔ [XXXX]* بیسیویں ترمیم اگر آئے گی تو اس میں ہم اس کے خاتمے کا مطالبہ کریں گے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی بزنجو صاحب۔

Doctors' Strike in Balochistan

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں اس وقت ایوان کی توجہ بلوچستان کے ڈاکٹروں کے مسئلے کی طرف دلاؤں گا کہ اس وقت بلوچستان میں صورت حال یہ ہے کہ دو مہینے سے بلوچستان کے تمام ڈاکٹروں نے ہڑتال کی ہوئی ہے۔ روز وہاں پر اموات ہو رہی ہیں، کوئی وہاں پر پرسان حال نہیں ہے، کوئی ہسپتالوں کو look after نہیں کر رہا۔ اس کے مقابلے میں بلوچستان حکومت، بالکل ٹس سے مس نہیں ہو رہی اور انتہائی بے حسی کا شکار ہے۔ وہاں پر دو مہینے سے main hospital بند ہے، بولان میڈیکل کالج بند ہے اور اس پر ایک نئی مہربانی حکومت نے یہ کی ہے کہ انہوں نے ایک آرڈیننس منظور کیا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: بلوچستان حکومت نے یا وفاقی حکومت نے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: نہیں جی بلوچستان حکومت نے۔

جناب چیئرمین: وزارت صحت تو میرے خیال میں صوبوں کو devolve ہو گئی ہے۔ میں ایک general بات کر رہا ہوں۔

---

* *[XXXX] Words expunged by the orders of the Chairman*

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب والا، میں ایوان کی توجہ دلاتا ہوں۔ وہ devolve ہوئی مگر بلوچستان تو پاکستان کا حصہ ہے۔ دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ وہاں لوگوں کی deaths ہورہی ہیں۔ اب انہوں نے آج سے ایک نیا حکم نکالا ہے کہ کوئی ڈاکٹر پرائیویٹ پریکٹس کرے گا تو ہم اس کو گرفتار کرلیں گے اور اس کو سزا بھی دیں گے۔ مہربانی کرکے جو وفاقی حکومت ہے یا پیپلز پارٹی ہے، وہاں حکومت تو پیپلز پارٹی کی ہے، مرکز میں بھی پیپلز پارٹی کی حکومت ہے تو خدا را! اس کا نوٹس لیں اس وقت تمام جونیئر، سینیئر، پروفیسر سب ہڑتال پر ہیں اور ان کو کسی کی فکر نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! میں درخواست کروں گا کہ آپ ذرا مولانا صاحب سے ہماری طرف سے request کرلیں کہ they are having the Ministry of Health in Balochistan کہ وہ بھی ان ڈاکٹرز کے لیے کوشش کرلیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی کاکڑ صاحب۔

Posting of a Local Chief Engineer in Pak. PWD, Balochistan

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: شکریہ جناب چیئرمین۔ میری Chair سے درخواست ہے کہ زاہد خان صاحب کا آدھا time مجھے اس ایک point of order پر ملنا چاہیے۔

جناب! بلوچستان میں Federal Ministry of Housing and Works کا ایک affiliated wing Pak PWD کے نام سے کام کررہا ہے۔ وہاں جتنے federal projects یا contracts ہوتے ہیں، ان کو look after کیا جاتا ہے۔ خدا خدا کرکے پچاس پچپن سال بعد اتنا ہوا کہ اس کو اسلام آباد سے remote control کرنے کی بجائے، وہاں ایک لوکل چیف انجینیئر بٹھا دیا گیا۔ چونکہ چیف انجینیئر صاحب کو بلوچستان کی ہوا راس نہیں آرہی تھی، لہٰذا اس نے bureaucracy کے high ups میں ٹھیک ٹھاک ہاتھ مار کر اپنے آپ کو ڈائریکٹر جنرل، پاک پی ڈبلیو ڈی، پاکستان لگوایا اور اسلام آباد میں آبیٹھا۔ اس نے جا کر کورٹ سے ایک stay order لیا۔ اس کے بعد پرائم منسٹر نے ان صاحب کا تبادلہ کیا کہ آپ اس پوسٹ کو maximum چھ مہینے تک continue ہی نہیں کرسکتے لیکن موصوف ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اب سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ وہ بلوچستان کے چیف انجینیئر کی حیثیت سے تنخواہ وہاں سے لیتے رہے اور ڈی جی، پاک پی ڈبلیو ڈی، پاکستان کے عہدے پر براجمان رہے۔ اب یہ

کیا کہ چونکہ بلوچستان کے لوگ اس اہل ہیں ہی نہیں کہ ان کو چیف انجینیئر دیا جائے، جس وقت میں اس کو look after کر رہا تھا تو وہاں کے ایک local صاحب کو چیف انجینیئر کا charge دیا گیا، وہ صاحب SE تھے اور بہت competent آدمی تھے اور بلوچستان کے مخدوش حالات کے پیش نظر چونکہ وہ پورے صوبے میں کام بھی کرسکتے تھے۔ اوپر والوں کو یہ گوارا نہ ہوا۔ اب بلوچستان کو اٹھا کر ملتان کے ساتھ attach کر دیا گیا ہے۔ اب بلوچستان کے آدم کو جب کوئی کام ہوگا پاک پی ڈبلیو ڈی میں تو وہ چمن، گوادر، فورٹ سینڈیمن اور خاران سے آکر پہلے ملتان یا ترا کرے گا اور وہاں پر بھی چیف انجینیئر نہیں ہے، ایک SE صاحب کو یہ charge دیا گیا ہے۔ پہلے ان کی قدم بوسی ہوگی، آشیر باد ملی تو پھر اس کو ٹینڈر فارم دیا جائے گا۔ اس کا پی سی ون، اس کی reports اور دوسری چیزیں، اگر میرے بھائی فیصل صالح حیات صاحب ہوتے تو بہتر ہوتا، میں خود بھی جمعیت کی طرف سے، اپنے ساتھیوں کو لے کر ان سے ملاقات کی کوشش کروں گا کہ اس مسئلے کا حل نکالا جائے۔ وزارتیں devolve ہو رہی ہیں، صوبوں کو autonomy دی جا رہی ہے، یہاں آپ اس کو ایک چیف انجینیئر کے قابل بھی نہیں سمجھتے، میری یہ گزارش ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ عباس خان صاحب۔

Problems of Payments to Affectees of Kuwait and Iraq

سینیٹر عباس خان: جناب! میری Ministry of Overseas Pakistanis سے درخواست ہے کہ کویت اور عراق میں کام کرنے والے لوگوں کے پیسوں کا مسئلہ کافی time سے چل رہا ہے۔ ایک شخص پچھلے پندرہ دن سے ہمارے پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر main road پر احتجاج کر رہا ہے اور رات کو بھی ادھر ہی سویا ہوتا ہے۔ اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو دربدر، ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ نے ایک فیصلہ بھی دے رکھا ہے لیکن اس مسئلے کے حل سے متعلق کوئی غور نہیں ہو رہا۔ پچھلے پندرہ دن سے ایک بوڑھا شخص اس چوک میں پڑا ہوا ہے اور کوئی اس کا پرسانِ حال نہیں۔ ہر شہر میں اس معاملے پر بہت دفعہ احتجاج ہوا لیکن کوئی حل نہیں نکل رہا۔ میری request ہے کہ Ministry اس مسئلے کو حل کرے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ حاجی غلام علی صاحب۔

Completion of Projects in Khyber Pakhtunkhwa.

سینیٹر حاجی غلام علی: اعوذ با اللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میں آج اس ایوان کے سامنے تین چار points پیش کروں گا جو کہ اس ملک و قوم کے لیے بڑے ضروری ہیں اور جن کے باعث کافی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔

سب سے پہلے آج کل ہمارے ملک کے جو حالات ہیں، یہاں نفرتیں بانٹی جا رہی ہیں۔ سیاسی جماعتوں اور ارکان اسمبلی کو چاہیے کہ ہم ان نفرتوں کو مٹانے اور محبتیں بانٹنے کے لیے کوششیں کریں۔ آج پاکستان کے ایک بہت بڑے ذمہ دار شخص کی طرف سے اخبارات میں ایک ایسا بیان داغا گیا، میرے خیال میں یہ آئین سے بھی انحراف ہے، سپریم کورٹ سے بھی انحراف ہے، ہائی کورٹ سے بھی انحراف ہے۔ انہوں نے ایک صوبے کے عوام کو تین صوبوں کے خلاف اکسانے کا ایک عندیہ دیا۔ میرے خیال میں یہ ان کا بیان، صوبوں کو آپس میں لڑانے کے لیے تیل کا کام دے گا۔ اس لیے میری request ہو گی، قابلِ احترام ذمہ دار شخصیت سے کہ وہ اس قسم کے بیانات سے گریز کریں جن میں صوبہ پرستی ہو۔ وہ شخصیت دس کروڑ عوام کے حکمران ہیں، انہوں نے ایسی بات کہی جس سے ایک بہت غلط message پورے پاکستان اور تینوں صوبوں کے لیے گیا۔ میری request ہو گی کہ اس طرح کے بیانات سے اجتناب کیا جائے۔

جناب چیئرمین! ہمارے خیبر پختونخوا کے بارے میں تمام دنیا، پاکستان، پاکستان کے حکمران اور پھر ہماری جو حکومت ہے خیبر پختونخوا میں، وہ کہہ کہہ کر تھک نہیں رہی ہے کہ ہم نے یہ کیا اور وہ کیا لیکن جو چار major projects ہیں، نمبر 1، لواری ٹنل، اس کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے، اس سے زیادہ اس پر پچھلے سال کا قرضہ ہے۔ جب وہ قرضہ لوگوں کو دے دیا جائے گا تو یہ ٹنل نہیں بنے گی۔ اس لیے میں اس ایوان کی وساطت سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ یہ چترال، دیر اور پشاور کے گرد و نواح کے علاقے کے درمیان ایک بہت بڑا project ہے، اس کے لیے خدارا، مکمل پیسے رکھے جائیں تاکہ یہ مسئلہ حل ہو سکے۔

نمبر 2، چشمہ رائٹ بینک کینال 70 ارب روپے کا منصوبہ ہے۔ ہماری صوبائی حکومت کے Chief Executive نے وزیر اعظم کو بلا کر، بڑے ڈھنڈورے پیٹ کر، پھول برسا کر، سب کچھ کرا کے پچھلے سال یہ اعلان کیا کہ چشمہ رائیٹ بینک کینال پر کام شروع کر دیا جائے گا۔ پچھلے سال تو کچھ

نہیں ہوا۔ یہ ایک قومی اہمیت کا منصوبہ ہے، یہ صرف صوبہ خیبر پختونخوا کے لیے نہیں۔ اگر یہ منصوبہ مکمل ہوتا ہے تو گندم کی کاشت سے پورے پاکستان کو گندم ملے گی۔ اس 70 ارب روپے کے منصوبے کے لیے صرف دس کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ منصوبہ قیامت تک مکمل نہیں ہوسکے گا۔

جناب! ایک اور اہم project کرم تنگی ڈیم کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔ اس کے لیے funding باہر سے ہورہی ہے لیکن حکومتِ پاکستان نے اس project کی زمین کے لیے پیسے مختص نہیں کیے۔ جب زمین نہیں خریدی جائے گی تو ڈیم کس طرح بنے گا۔ اس لیے میں اپنی صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اس کے لیے لڑیں ورنہ آپ صوبائی حقوق حاصل کرنے میں ناکام ہوجائیں گے۔ میں وفاقی حکومت سے بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ ان تین projects پر کام کی رفتار کو تیز کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ریحانہ یحییٰ صاحبہ۔

Water Supply from Shah Allah Ditta Reservoir.

Senator Rehana Yahya Baloch: Sir, I want to draw the attention of the House and yourself on this very main issue concerning Shah Allah Ditta reservoir in Khanpur. Sir, kindly bear with me. The CDA estimate was Rs.593 million. Work was awarded for 405 million. The contractor could not complete the work due to land problem and created legal issues with CDA. At a belated stage in 2007, CDA board decided, with the contractor, that his incomplete work shall be completed through another contractor who was working on the phase-II project. The incomplete work of phase-I costs the CDA Rs.535 million. The CDA tendered for Phase-II in 2007 and the contract of laying water conduction from G-13 to I-16, new route of Shah Allah Ditta reservoir, Islamabad was for Rs. 199 million and that was for Phase-2. The left over work of Phase-I was not made part of this new tender as by the time accounts with the previous contractor and land problems were

not finalized by the CDA. After the resolution of land problem the CDA Engineering Wing took approval from the then CDA Chairman, the CDA Board and the missing links, the left over work had to be got executed from the new contractor of Phase−2 and accounts of the Phase−1 contractor were finalized on this ground. Even on the occasion of the inauguration ceremony of Phase−2 contract Member Engineer through Chairman CDA briefed the honorable Prime Minister of Pakistan, which he also announced publicly that the water should be provided by 30th June, 2010.

Phase−2 contract is 70% completed and after the joint measurement, the balance work of Phase−1 was also ordered to commence...

جناب چیئرمین: آپ کس طرف توجہ دلانا چاہتی ہیں؟ آپ کیا چاہتی ہیں؟

Senator Rehana Yahya Baloch: Sir, I am talking about the water which is coming from Shah Allah Ditta reservoir.

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! آپ ذرا ریحانہ صاحبہ کے معاملے کو دیکھ لیجیے گا۔ جی مشاہد صاحب۔

Misstatement of a Politician.

سینیٹر مشاہد اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی اور تمام ایوان کی توجہ ایک انتہائی اہم معاملے کی طرف مبذول کراؤں گا۔ آج میں نے جنگ یا ایکسپریس اخبار میں بشیر بلور صاحب کا ایک بیان پڑھا ہے، جس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ اکبر کا دور ختم ہو گیا اور ٹیکنالوجی کا دور شروع ہو چکا ہے۔ مجھے پہلے تو یقین نہیں آیا، پھر میں نے اس بیان کو دو تین مرتبہ پڑھا۔ وہاں پر ایک وکیل نے اس کو سند بھی کیا، انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ یہ غلط کہہ رہے ہیں، آپ کو یہ بات نہیں کرنی چاہیے۔ آپ مجھے ایک بات بتائیں، ہم ایک طرف بڑا درس دیتے ہیں کہ مذاہب کے درمیان harmony ہونی چاہیے۔

Mr. Chairman: Interfaith harmony.

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جی۔ ہمیں عقیدوں کی بنیاد پر آگے لے کر نہیں چلنا چاہیے۔ پھر یہ اتنے ذمہ دار لوگ ہیں، ٹھیک ہے آپ کا کوئی بھی نظریہ ہے، ہم اس کا احترام کرتے ہیں۔ اگر آپ سیکولر ہیں تو ضرور سیکولر ہوں لیکن آپ کو as a secular معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دنیا ختم ہو سکتی ہے، یہ ANP ختم ہو سکتی ہے، یہ ملک ختم ہو سکتا ہے، اللہ اکبر کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتا ہے۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر مشاہد اللہ خان: انہوں نے اس طرح کی بات کر کے، میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف پاکستان کے اٹھارہ کروڑ عوام کا دل دکھایا، پوری امت مسلمہ بلکہ غیر مسلموں کا بھی کیونکہ کوئی غیر مسلم بھی کبھی کسی دوسرے مذہب کے لیے اس طرح کی بات نہیں کرتا ہے، آج بشیر بلور صاحب کا بیان چھپا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا notice لینا چاہیے بلکہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس پر token boycott کرنا چاہیے اور میں تو اس پر ضرور boycott کروں گا کیونکہ یہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے اور جب تک یہ بات clear نہیں ہوتی میں اس پر۔۔۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب۔ بلور صاحب۔ Please بیٹھ جائیں۔ Please take your seats. آپ بھی بیٹھ جائیں، let me handle it. حاجی صاحب۔ آپ بھی بیٹھ جائیں۔ جی صالح شاہ صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: بشیر بلور صاحب نے اس کی تردید کی ہے۔ وہ سب سے بڑے مسلمان ہیں۔

سینیٹر مولانا محمد صالح شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! اس سلسلے میں میری تجویز ہے کہ شور مچانے یا چیخنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ جب عقائد پر حملہ ہوتا ہے، مذہب پر حملہ ہوتا ہے، میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ پورا ایوان الحمدللہ اسلام کا دعوے دار ہے، مسلمان ہونے کا دعوے دار ہے، قرآن کا دعوے دار ہے، خدا کا دعوے دار ہے، اس میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے۔ میری گزارش ہے کہ جب ایسے بیانات آتے ہیں، یہی تو ہمارے خیبر پختونخوا کا۔۔۔

جناب چیئرمین: دیکھیں حاجی صاحب نے کہا ہے کہ انہوں نے اس کی تردید کی ہے۔

سینیٹر مولانا محمد صالح شاہ: میری گزارش ہے کہ اس کے لیے وضاحت آنی چاہیے۔ بشیر بلور صاحب کے لیے ایسی وضاحت ہونی چاہیے تاکہ اس پر ایوان مطمئن ہو سکے۔ جناب والا! یہ پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔ جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! میں مشاہد اللہ صاحب کا اور دوسرے معزز ممبروں کے جذبات کا احترام کرتا ہوں۔ ٹھیک ہے وہ ہم سے زیادہ مسلمان ہوں گے، ہم ان سے کم درجے کے مسلمان ہوں گے لیکن بات یہ ہے کہ انہوں نے جس concept میں بات کی ہے، اخبار نے اس طریقے سے نہیں لیا۔ آپ ذرا اس بات کو دیکھیں، انہوں نے ایک واقعہ کے بارے میں بتایا کہ جب مولانا صوفی محمد جہاد کے لیے افغانستان گیا تو ایک بچہ تلوار لے کر گیا، جب وہ ادھر پکڑا گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ اس نے تلوار کیوں اٹھائی ہے، وہ تو آسمان سے جہازوں کے ذریعے یا توپوں اور ٹینکوں سے بمباری کرتے ہیں، تو اس نے کہا کہ اسلام میں ہے کہ تلوار سے جہاد کیا جائے۔ اس نے اس sense سے بات کی کہ اس وقت نعرہ تکبیر ،اللہ اکبر اور تلوار کا وقت نہیں ہے، اس وقت ٹیکنالوجی زیادہ ہے، انسان اس کے ساتھ لڑ رہا ہے، B52 بمبار طیارے آسمان سے بمباری کرتے ہیں۔ اسلام کی مخالفت کون کر سکتا ہے۔ بشیر بلور صاحب کو کون نہیں جانتا ہے۔ یہ بات غلط چھپی ہے۔ ہم لوگ ان میں سے نہیں ہیں۔ مشاہد اللہ صاحب! سب پر یہ بات آتی ہے، آپ کے پنجاب میں، آپ کی پارٹی کے Law Minister نے ایک سینیٹر کے خلاف فتویٰ دیا ہے، کیا وہ جائز تھا؟ کیا وہ اسلام میں ہے؟ آپ اتنے ہی جذبات کے ساتھ اس کے متعلق بھی بولتے تو عوام سمجھ جاتی کہ واقعی آپ---

جناب چیئرمین: زاہد صاحب! آپ کا موقف آگیا ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: کلثوم صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین، میں بڑی گرما گرمی کے بعد میں ایک گزارش کرنا چاہ رہی ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ جو آپ کی بحث Leader of the Opposition پر ہو رہی ہے مجھے امید ہے یہ اب ختم ہو جائے گی۔

جناب چیئرمین: جی، جی وہ میں نے بتا دیا انشاءاللہ وہ بدھ کو کریں گے۔ آپ اپنا point of order بتائیے۔

سینیٹر کلثوم پروین: ہم جو آپ کے ساتھ treasury benches پر بیٹھے ہیں۔ آپ کا آرڈر تھا اور ہمارے لیے اسحاق ڈار صاحب ہوں یا مولانا صاحب ہوں دونوں قابل احترام ہیں۔ یہ آپ کا فیصلہ ہے اور ہمیں آپ کا ہر فیصلہ منظور ہے۔

دوسرا بیگم صاحبہ نے بات کی ہے شاہ اللہ دتہ آپ کا پانی کا پراجیکٹ ہے جو اسلام آباد کے بارہ سیکٹروں کو پانی دے گا۔ میں Leader of the House کی توجہ چاہوں گی کیونکہ وہ اسلام آباد سے belong کرتے ہیں۔ آپ کا پہلا سیکٹر complete نہیں ہوا، 70% complete نہیں ہوا اور دوسرا sector complete ہو گیا ہے مگر دوسرے سیکٹر کو اس وقت تک پانی نہیں مل سکتا جب تک پہلا سیکٹر complete نہیں ہوگا اور اگلے بیس سال میں بھی اسلام آباد کو پانی نہیں ملے گا۔ Prime Minister نے تیس جون 2010 تک کا وعدہ کیا تھا کہ یہ پانی اسلام آباد کو ملے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ Prime Minister کو بھی جو briefing دی گئی ہے وہ صحیح طریقے سے نہیں دی گئی۔ یہ Prime Minister کا order ہے۔ اگر Prime Minister کا order نہیں مانا جاتا تو اور کس کا مانا جائے گا۔ اس پر ایک ارب روپیہ خرچ ہو چکا ہے اور اگر یہ پہلا سیکٹر complete نہیں ہوتا تو یہ ایک ارب ضائع ہو جائے گا۔ کہنے کا مقصد ہے کہ assurance committee کو بھیجا جائے۔ Make sure اور پھر بی بی صاحبہ کو آپ اس میں بلالیں، وہ as a convener چلی جائیں اور Leader of the House چونکہ اسلام آباد سے belong کرتے ہیں۔ یہ بڑا important matter ہے۔ اس منصوبے میں بارہ سیکٹروں کو پانی ملنا ہے۔ اگر اس پر توجہ نہ دی گئی تو ایک ارب روپیہ ضائع ہونے کے ساتھ ساتھ آئندہ بیس سالوں میں اسلام آباد کے ان سیکٹروں کو پانی نہیں ملے گا۔

میرا point of order دوسرا تھا یہ تو میں ان کو endorse کر رہی تھی۔

جناب چیئرمین: اچھا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب چیئرمین! انہوں نے جو issue raise کیا جس سے public money invest ہوئی ہے۔ I will summon the Chairman, CDA اور میں اس سے details لوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ ایسا کیجئے نا کہ چیئرمین سی ڈی اے کو بلا کر ریحانہ یحییٰ صاحبہ کو بھی بلا لیجئے گا جنہوں نے یہ point of order raise کیا۔ جی کلثوم صاحبہ! آپ کا اپنا کیا point of order ہے؟

سینیٹر کلثوم پروین: Sir ویسے تو میں صدر صاحب کی speech پر بھی بولنا چاہ رہی تھی مگر شاید آپ لوگ موقع نہیں دے رہے۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں کس نے کہا موقع نہیں دے رہے آپ کو، جمعرات اور جمعہ کو Presidential address پر بحث ہو گی۔

سینیٹر کلثوم پروین: ٹھیک ہے جناب میں اس میں حصہ لے لوں گی۔ دوسرا یہ تھا کہ ڈیڑھ کھرب پاکستان سے ملائشیا transfer ہو گئے ہیں۔ Malaysia is my second home, کے نام سے، ملائشیا میرا دوسرا گھر کے نام سے، سوچنے اور فکر کی بات یہ ہے اور صدر پاکستان سے بھی کہتی ہوں، آپ کے توسط سے اپیل کرتی ہوں کہ خدا کے واسطے اس ملک میں جو حالت ہے، اس ملک میں یہ جو جنگ کی حالت ہے، اس ملک میں جو بجلی کی حالت ہے اس کو کسی طریقے سے settle down کریں تاکہ ہمارے ملک کا جو پیسہ باہر جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: Government کی توجہ دلائیے۔

سینیٹر کلثوم پروین: اس پیسے کو کم از کم دوسرے ملکوں میں نہ جانے دیں، اپنے ملک میں یہ investment ہونا چاہیے۔

Mr. Chairman: Thank you, thank you, any other point of order, yes peerzada Sahib. Kazim Khan Sahib you will after this.

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: الحمدللہ، مجھے بھی موقع مل گیا۔ یہ جو مشاہد اللہ صاحب نے بات کی ہے۔

جناب چیئرمین: یہ بات بس ختم ہو گئی ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: اس پر شرعی مسئلہ بیان ہونا چاہیے جس کے بغیر بات مکمل نہیں ہو گی۔ انہوں نے ایک بیان پڑھا۔ ان کے لفظوں کے مطابق ان کے جذبات بھڑکے اور

انہوں نے اتنی "مافوق البڑھک" تقریر فرمائی۔ دوسری طرف بلور صاحب نے کہا کہ بیان غلط چھپا تھا۔ شرعی مسئلہ اس میں یہ ہے کہ بلور صاحب کو یہ چاہیے کہ وہ کہیں کہ میں نے یہ بیان دیا تھا۔ اخباروں نے یہ بیان غلط چھاپا ہے۔ اس بیان سے یہ تصور آیا۔ یہ میرے ایمان کے خلاف ہے تو مسئلہ ملکی طور پر ختم ہوجائے گا ورنہ ملکی طور پر بڑے انتشار کا بھی خطرہ ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے جی شکریہ، آپ نے اچھا کیا کہ advice دی۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: ایک میرا point of order ہے۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیے، .please

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جی بات یہ ہے کہ ایک عالم دین جو کہ دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی کا ایک پروفیسر ہے آپ کے سینیٹ میں آگیا۔ اس نے بیس دن لگا کر بجٹ پر تقریر تیار کی حالانکہ یہ اس کا subject نہیں تھا۔ اس نے اپنا دماغ خرچ کرکے تقریر تیار کی اور اس کی تقریر نہیں ہوسکی۔ میری سینیٹ سے التجا ہے کہ میرے بیس دن مجھے واپس دے دیں۔ میں نے بڑی محنت کی تھی۔ میری تقریر نہیں ہوسکی۔

جناب چیئرمین: شکریہ، جی کاظم خان صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: تیسرا point of order یہ ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جناب یہ بڑا ضروری ہے۔ یہ عوامی مسئلہ ہے۔ یہ بہت ضروری ہے۔ دیکھیں یہ بھٹہ خشت، جہاں اینٹ بنتی ہے جس سے یہ سارا کچھ بنا ہوا ہے، ساری دنیا بنی ہوئی ہے اور غریبوں کی فیکٹری، نہ government کی مشین لگتی ہے، نہ ان کا یہ لگتا ہے نہ وہ لگتا ہے۔ اس پر GST tax لگ رہا ہے جناب۔ پہلے پچھلے پانچ سات سال میں اینٹیں اتنی زیادہ مہنگی ہوگئی ہیں کہ لوگوں کے لیے ایک کمرہ بنانا مشکل ہوگیا ہے۔ اب اس پر GST ٹیکس لگے گا تو وہ اور زیادہ مہنگی ہوجائیں گی۔ لوگ ایک باتھ روم بھی ساٹھ سال سے یہاں اسلام آباد میں نہیں بنا سکے۔ اگر ہوسکے تو آپ میری یہ تجویز بھیج دیں کہ بھٹہ خشت پر حکومت کا کچھ خرچ نہیں آتا۔ یہ دیہاتیوں کی ایک روزی بنی ہوئی ہے تو وہ ختم ہوجائے گی، بند ہوجائے گی۔ اس پر یہ GST ٹیکس ختم کردیں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب، یہ ذرا آپ نوٹ کرلیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: بڑی مہربانی آپ کی۔ بہت مصیبت پیدا ہو گئی ہے۔

جناب چیئرمین: جی کاظم خان صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: بخاری صاحب کو پسند ہی نہیں آرہی بات۔

سینیٹر محمد کاظم خان: Thank you, میں ایک منٹ لوں گا۔ بحث ذرا گرم ہوئی ہے، مشاہداللہ صاحب اور الیاس بلور صاحب کے درمیان۔ میں عرض کروں گا کہ سب سے پہلے تو کسی مسلمان کے متعلق کسی قسم کا ایک ذرہ کے برابر بھی شائبہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ مسلمان نہیں ہے یا وہ ایسی بات کرتا ہے جو اسلامی شریعت یا شرع کے مطابق نہیں ہے یا اس کے خلاف ہے۔ یہ کبھی سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بڑی دلیل ہے اور پھر آپ اس کا اندازہ لگائیں کہ جب تک میں ایک لفظ بیان کرتا ہوں اگر کسی کو کہا جائے تو اس میں جناب tune میں فرق ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کسی کو اوئے کہیں یا آواز کو بلند کر دیں اور اس سے زیادہ اونچی آواز کر دیں تو اس میں بھی tune میں فرق پڑ جاتا ہے۔ کئی چیزیں اور مفہوم tune سے بدل جاتے ہیں جبکہ لفظ وہی ہوتا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ یہ سب سے بڑی بات ہے۔ اس میں مشاہداللہ صاحب کو شک نہیں کرنا چاہیے۔ مسلمان سوچ نہیں سکتا کہ کبھی بھی وہ اس قسم کا بیان دے گا کہ آیا اس میں کیا بات پیدا ہو گئی ہے جو یہ misunderstanding ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس misunderstanding کے بارے میں پوچھ لیا جائے، وہ تبدیل کرے یا جو کرے۔ وہ اس کی clarification دے دے گا۔

Mr. Chairman: Thank you, Kazim Khan Sahib. Yes, professor Sahib.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں آپ کے توسط سے قائد ایوان کو دو امور کی طرف متوجہ کروں گا کہ اس طرف کوشش کریں کہ اگر مسئلہ حل ہو سکے تو بہتر ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ آپ کے علم میں یہ بات شاید آئی ہو گی کہ حج کے لیے جن لوگوں نے درخواستیں دی ہیں انہوں نے رقوم بینکوں میں جمع کروائی ہیں اور یہ اطلاع ملی ہے کہ خاصی تعداد ان افراد کی ہے کہ جنہوں نے بروقت رقوم جمع کروا دی تھیں لیکن بینکوں نے وزارت مذہبی امور کو نہیں بھیجیں اور اس کی وجہ سے وہ حج کی سعادت سے محروم ہو رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر ministry اگر ہمدردی سے غور کرے اور جن بینکوں نے بروقت ترسیل نہیں کی ان کی اس سلسلے میں تعدیب بھی کی جائے۔ اس لیے

کہ یہ ایک دینی فریضہ ہے اور اس میں ہر ایک کو تعاون کرنا چاہیے اور اس طرح روپے کو روک کر بینک نفع کمائیں اور لوگ حج سے محروم ہو جائیں یہ بڑی زیادتی ہو گی۔

جناب چیئرمین: ٹھیک، بخاری صاحب یہ ذرا نوٹ کر لیجئے please.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جن applicants کے پاس جو proof ہے انہوں نے بینک میں اس تاریخ کو deposit کرائی ہیں۔ جن کے پاس یہ proof ہے، جن کے پاس receipts ہیں ان بینکوں کی اس تاریخ کے ساتھ they all will be entertained. بینک ایسے نہیں بھیج سکتا۔ Applicant has got approval of that and certainly those would be entertained, sir.

جناب چیئرمین: ٹھیک، جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: دوسرا میرا point یہ ہے کہ پنڈی میں کوئی ہسپتال بنایا جا رہا ہے جس میں بہت قیمتی زمین کو استعمال کیا جا رہا ہے نیز تین سو کے قریب افراد جو وہاں already ہیں وہ اس کی وجہ سے متاثر ہو رہے ہیں۔ پراجیکٹ بہت اچھا ہے۔ ہسپتال ضرور بننا چاہیے لیکن اگر اس کے لیے ایسی زمین لی جائے کہ جہاں دوسرے لوگ disturb نہ ہوں تو یہ غالباً زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین: Federal hospital ہے یا provincial hospital ہے؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: غالباً provincial ہو گا۔

جناب چیئرمین: ویسے اگر provincial subject ہے تو، اس کو ذرا پہلے چیک کر لیجئے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ہمارے پاس کوئی مسئلہ raise کرنے کا فورم یہی ہے۔ آپ بھی سن رہے ہیں اور Leader of the House بھی سن رہے ہیں۔ جو بھی صورت حال ہے وہ بتائیں۔

جناب چیئرمین: Thank you, جی مولانا صاحب آپ نے ابھی بات کرنی ہے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں جناب مشاہد اللہ صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے بھائی زاہد خان نے جو وضاحت کی اس نے اور مشکل پیدا کر دی

اور اس نے وہی الفاظ دہرائے جو شاید بلور صاحب نے دہرائے تھے کہ اب نعرہ تکبیر اللہ اکبر، تلوار اور اس چیز کا وقت نہیں رہا۔ نعرہ تکبیر تو قیامت تک رہے گا اور اس نعرے کے بغیر تو کم از کم دنیا قائم نہیں رہ سکتی۔ اللہ کی ذات کی نفی یا اس طرح کی چیزوں کی، یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی معمولی بات ہو گئی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی بات ہے اور پھر ایک ذمہ دار شخص کی جانب سے اس طرح کی بات کا آنا، اس لیے میں سمجھتا ہوں اور میں اس ضمن میں حاجی عدیل صاحب سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ وہ اس پر وضاحت بھی فرمائیں اور میرے بھائی اور دوست بلور صاحب کو بھی یہ بتا دیں کہ آپ کے ان الفاظ پر پورا سینیٹ سراپا احتجاج تھا۔ آپ ازراہ کرم اپنے بیان کی خود وضاحت کریں تاکہ یہ سب کے لیے اطمینان کا باعث ہو۔ ہم خواہ مخواہ کسی بات کو issue نہیں بنا رہے لیکن حاجی عدیل صاحب جو کہ اے این پی کے مرکزی نائب صدر بھی ہیں، وضاحت فرمائیں۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب جواب دے دیجئے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: ہم نے انکوائری کی ہے۔ صرف ایک اخبار میں یہ غلط quote ہوا ہے۔ انہوں نے تردید کی ہے جو کل چھپے گی، آج تو نہیں چھپ سکتی ہے اور اسی اخبار میں چھپے گی جس میں یہ خبر شائع ہوئی تھی۔ باقی پشاور کے کئی اخبار میں نے دیکھے ہیں، "مشرق" میں کوئی خبر نہیں ہے، "آج" میں کوئی خبر نہیں ہے، "وحدت" میں کوئی خبر نہیں ہے۔ ایک "Express" میں یہ خبر آئی ہے اور یہ خبر غلط آئی۔ دیکھیں اس کی headline اور اس کی detail میں بڑا فرق ہے۔انہوں نے تردید کر دی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ نے وضاحت کر دی حاجی صاحب، thank you. آپ نے بہت اچھی بات کر دی ہے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: حاجی صاحب! میں مشاہد حسین نہیں ہوں۔ اللہ اور حسین میں بڑا فرق ہوتا ہے وہ ملحوظ خاطر رکھا کریں۔ میں مشاہد اللہ ہوں۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ سینیٹ میں ایک discriminative attitude اختیار کیا جا رہا ہے۔ یہاں پر رانا ثنااللہ خان کی بات انہوں نے کی ہے۔ رانا ثناء اللہ نے بھی اسی دن تردید کی کہ میں نے یہ بات نہیں کہی۔اس پر آپ نے یہاں پر بڑی تقریریں کیں، ٹھیک ہے، ان کی ابھی تردید نہیں چھپی، آپ کچھ بات کرنے کو تیار نہیں، یہ تو discrimination ہے۔ اگر سینیٹ کو امتیازی سلوک کے تحت استعمال کرنا چاہتے ہیں تو سینیٹ کی

credibility متاثر ہو گی۔ رانا ثناء اللہ صاحب ایک دفعہ نہیں دس دفعہ کہہ چکے ہیں کہ میں نے نہیں کہا کہ بابر اعوان صاحب واجب القتل ہیں۔ آپ نےان کی کوئی inquiry کی، آپ نے یہاں سینیٹ میں کیوں قرارداد پاس کی؟ اس دن بائیکاٹ بھی ہوا، ہوا تھا شاید اس لیے کر دی لیکن غلط تھی۔ اب چونکہ غلط ہو گئی ہے تو وہ صحیح ہے۔ اب اگر صحیح ہے تو اس precedent کو تو برقرار رکھیں۔ آج اس بات پر کیوں مذمت نہیں ہو سکتی اور وہ کہہ رہے ہیں کہ میری تردید مان لو، ان کی تردید نہیں مانی جا رہی کیونکہ وہ پنجاب والا ہے۔ پنجاب سے تکلیف بہت ہے۔ پنجاب والے کی تردید نہیں ماننی۔۔۔

جناب چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب! آپ کا موقف آ گیا ہے۔ سردار لغاری صاحب۔

Protest of NCHD Employees

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں ابھی ساڑھے تین گھنٹے ایک دھرنے سے اٹھ کر آ رہا ہوں۔ چار سے چھ ہزار خواتین، مرد، بلکتے ہوئے بچے اس وقت پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے ایوب چوک کے اندر مستقل بیٹھے ہوئے ہیں۔ تپتی ہوئی دھوپ کو برداشت کر رہے ہیں۔ پانچ خواتین بے ہوش ہو کر مختلف ایمبولینسوں میں میرے سامنے چلی گئی ہیں۔ وہ دہائی دے رہی ہیں، وہ آپ کے اس ایوان کو بار بار مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں کہ ایوان بالا، اگر ایوان زیریں جو قومی اسمبلی ہے وہ سویا ہوا ہے تو خدارا! چیئرمین سینیٹ کو جا کر ہمارا پیغام دو، اپنی پارٹی کے جماعت کے اراکین کو پیغام دو، اپنے علاوہ جو 99 سینیٹرز ہیں، جن میں خواتین، بزرگ اور نوجوان ہیں، ان ساروں کو توجہ دلاؤ کہ ہم بھی پاکستان کے شہری ہیں، کوئی کیڑے مکوڑے نہیں ہیں اور یہ کون ہیں، یہ وہ ہیں جن کا حق ہے، جو معلمات ہیں، استاد حضرات ہیں جو پاکستان کی ناخواندگی کو ختم کرنے کے لیے بنیادی تعلیم مہیا کر رہے ہیں۔ Higher Education Commission کو اٹھارھویں ترمیم کے تحت devolve ہونا تھا، وہ آج تک devolve نہیں ہوا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ devolve نہیں ہوا کیونکہ اعلیٰ معیاری تعلیم پاکستان کی نئی نوجوان نسل کو provide کر رہا تھا تاکہ وہ دنیوی چیلنجز کے حوالے نبرد آزما ہو سکیں تو تعلیم دینے کا جو بنیادی آئینی حق ہے وہ آپ نے صوبوں کو devolve کر دیا، صوبے اس کو Council of Common Interests کے اندر own نہیں کر رہے۔ یہ کھپیں، مریں، کیڑے مکوڑے ہیں، جناب والا! یہ کدھر جائیں گے؟ خدارا! آپ اس کا

نوٹس لیں۔ دیکھیں! سپریم کورٹ کو ہر چیز کا نوٹس مت لینے دیں۔ آپ کا بھی ایک ایوان ہے، آپ بھی ماشاء اللہ بڑی پر نور شخصیت ہیں۔۔۔

Mr. Chairman: Let us make inquiry..

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: آپ خود ان تمام اراکین کی ابھی ایک کمیٹی بنائیں کہ وہ جا کر کم از کم ان بے سہارا خواتین کو، جو آپ کی پارٹی کا بنیادی دعوی ہے کہ سات ہزار wage rate ہونا چاہیے، یہ تو پانچ ہزار پر تڑپ رہے ہیں۔ دس مہینے سے ان کو تنخواہ نہیں ملی اور یکم جولائی کو مالی سال ختم ہوجائے گا۔۔۔

Mr. Chairman: What is the exact demand of these people?

Senator Sardar Mohammad Jamal Khan Leghari: Sir, exact demand of these people is that if they are being devolved, they should not be devolved because they are providing the basic rights to the people of Pakistan. To those poor children who can not go to Aitcheson, like I was privileged to go. They have the right to seek that this does not get devolved.

جناب چیئرمین: سردار صاحب! آپ کا موقف آگیا ہے۔ سینیٹر صابر علی بلوچ۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب والا! مشاہد اللہ صاحب بڑے منجھے ہوئے parliamentarian ہیں۔ ایک responsible شخص ہیں لیکن اس ایوان نے جو قرارداد پاس کی تھی the resolution came from the Leader of the Opposition اور میں اس کو appreciate کرتا ہوں۔ مشاہد صاحب کہتے ہیں کہ رانا صاحب نے بابر اعوان صاحب کو واجب القتل نہیں کہا ہے، اس کی تردید کی ہے۔ جناب والا! پوری قوم نے دیکھا ہے، پوری دنیا نے دیکھا ہے کہ اس نے ٹیلی ویژن پر آ کر واجب القتل کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے۔ اس چیز کو condemn کیا گیا ہے، آج condemn کرتے ہیں، کل بھی condemn کرتے رہیں گے اور ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے لیڈر کو پنجاب میں کہیں کہ ایسے لوگوں کو اپنے ranks سے نکالیں

جو فتویٰ دیتے ہیں، جو اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔ جناب والا! میں نے یہ بات ریکارڈ درست کرنے کے لیے کی ہے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جناب والا! بات یہ ہے کہ رانا ثناء اللہ کو تو نکال دیں لیکن ذوالفقار مرزا کو نہ نکالیں جس نے پاکستان توڑنے کی بات کی ہے۔ ذوالفقار مرزا کو نہ نکالیں کیونکہ وہ crony ہے، وہ صدر صاحب کا دوست ہے۔ وہ ملک توڑے اس کے خلاف بات نہیں ہو گی۔ وہ کہے کہ کراچی سے کشمور تک----

جناب چیئرمین: صابر صاحب! بیٹھ جائیے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: صابر صاحب! اب بات سنیں۔ اب غزل چھیڑی ہے تو ذرا جواب آں غزل آنے دیں۔ اب مسئلہ کیا ہے؟----

جناب چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب! آپ کی بات آ گئی ہے۔ آپ کا شکریہ۔ I think, we should move forward now. سینیٹر محمد اسحاق ڈار۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اس دن ہماری عدم موجودگی میں---

جناب چیئرمین: میں بھی موجود نہیں تھا، آپ بھی موجود نہیں تھے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب والا! اس دن جو قرارداد پاس ہوئی، اس کا proper سیاق و سباق میں نے دیکھا۔ ابھی بھی آپ clipping منگوا لیں۔ میں نے خود سنا ہے، رانا ثناء اللہ نے کہا کہ کچھ وکلا یہ کہتے ہیں، اس نے خود فتویٰ نہیں دیا، جہاں تک میں نے ٹیلی ویژن پر دیکھا ہے بلکہ اس نے یہاں تک کہا کہ میں ان کی لمبی عمر کے لیے دعا گو ہوں۔ یہ میں نے اس دن رات کو دیکھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان معاملات میں ہمیں اتنی petty politics نہیں کرنی چاہیے۔ ایک تو ہم موجود نہیں تھے، we should have been given an opportunity to be heard. ہم اس بات کی explanation دیتے۔ میں تو اس پر believe ہی نہیں کرتا کہ اگر وہ defendable نہ ہو تو میں ہوا میں آ کر اپنے ساتھی کو defend کروں۔ بات یہ ہے کہ میں نے خود ٹی وی پر سنا ہے، شاید آپ نے بھی سنا ہو۔ انہوں نے کہا ہے کہ کچھ وکلا یہ کہتے ہیں میں تو ان کی لمبی عمر کے لیے دعا گو ہوں---

جناب چیئرمین: ڈار صاحب! آپ کی بات آگئی ہے۔ پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب چیئرمین! شکریہ، سردار جمال خان لغاری نے جو بات اٹھائی ہے وہ شاید اس کی وضاحت نہیں کر سکے ہیں۔ مسئلہ National Commission for Human Development کا ہے اور یہ Education & Health دونوں services provide کر رہے ہیں اور یہ کابینہ ڈویژن کے پاس ہے، یہ devolution میں نہیں آتے لیکن اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ Health & Education دونوں devolve ہو گئی ہیں اس لیے ان کو دس مہینوں سے تنخواہیں بھی نہیں مل رہیں اور ان کا مسئلہ ہے۔ آپ کی وساطت سے میری یہ گزارش ہو گی کہ یہ کمیشن کابینہ ڈویژن کے پاس ہی رہے اور ان کی services terminate نہ ہوں۔ ان کے لیے پیسا بھی ہونا چاہیے اور ان کو یقین دہانی ہو کہ ان کی services بحال ہوں گی۔ Education & Health جو صوبائی حکومتوں کے پاس ہیں وہ اپنا کام کریں لیکن یہ جو قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں ان کو جاری رکھنا چاہیے اور ان لوگوں کو نہ تو terminate کیا جائے اور ان کی تنخواہیں بھی بحال کی جائیں۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ بخاری صاحب! آپ اس مسئلے میں کیا کہتے ہیں؟

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اگر آپ ان کے پاس کوئی معزز سینیٹر بھیجنا چاہیں تو آپ بے شک بھیجیں لیکن ان کا point of view پروفیسر صاحب لے آئے ہیں۔ National Commission for Human Development کا معاملہ ہے۔ ہم نے اٹھارھویں ترمیم کو بڑی vigilantly اور آنکھیں کھول کر اس کو پاس کیا۔

The matter is of devolution, provincial autonomy. Now, I think, there is still an Implementation Commission and they are examining the whole process of devolution. The issue which has been raised by the honourable Members, let it be examined by the Implementation Commission, which is already doing the job. Because it is a Constitutional Amendment−

اس کو کیسے process کرنا ہے۔۔۔

Mr. Chairman: I have got your point. Mian Raza Rabbani *Sahib*.

ٹھیک ہے۔ میاں صاحب! آپ کے پاس یہ مسئلہ بھیج دیں کیونکہ بخاری صاحب کی بات صحیح ہے اٹھارھویں ترمیم کے بعد جو مسئلے اٹھ رہے ہیں ان کو Implementation Commission دیکھے گا۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, as far as the NCHD is concerned, the Commission when it was devolving the Ministry of Education went through the antecedents of this organization and it was found that this organization came into existence during the previous regime and obviously that is not a crime but at that time when it came into existence one of its major components was that for about an year or so the Federal Government would be funding it and subsequent to that they would generate their own fund and as a consequence of generation of their own funds they would then start picking up the bill themselves as that didn't happen, No. 1.

No. 2. A top heavy administrative structure has come into existence as a consequence and all the provinces now have a number of officers and staff and a number of vehicles that are plying in their name. They claim to have teachers whose basic salary if I am correct….

Mr. Chairman: See, the question over here is ---

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I am just coming to that. Why I am giving you this entire picture, is, so that the House is aware of what the situation is. They have a claim to a staff of about 16 to 17 thousand teachers. The on-ground verification was carried out by the provinces and they have not been able to ascertain the staff to that extent. No.1.

No. 2. These are informal schools that they have. They are either housed in one room or two rooms and they are not constructed

کسی کا گھر ہے، کسی کی کوئی جگہ ہے وہاں پر they are taking place.

No. 3. Mr. Chairman, mostly these employees are on contract. Now, the explicit instructions by the Commission had been given that the arrears of their salaries should be cleared and they should be brought up to date and there should be no arrears of their salaries. To that extent I can check up and let you know as to why their salaries have not been cleared till today. After we have decided that this is to be devolved the question was taken up with the provinces, the provinces at all level were not ready to accept these organizations because they said that (a) they don't have the funding, (b) it would be very difficult for them to merge these teachers with the teachers in the provincial pay structure because there they are getting something like 7 to 8 thousand rupees, they are getting 2 thousand rupees, their qualifications also differ, so, they were not ready to do that. We took up this matter to the CCI and the CCI discussed this matter thoroughly in its last meeting and in that meeting it transpired that the province of Sindh agreed to carry on with this project but they also said that the Federal Government should fund it to a certain extent. The others provinces were of the point of view that they are not in a position to go ahead and ---

جناب چیئرمین: میاں صاحب! اگر مجھے اجازت ہو تو ایسا کرلیتے ہیں، جیسے لغاری صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ باہر protesters بیٹھے ہوئے ہیں تو let their representatives come and meet you and....

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, it is no longer in my hand or it is no longer in the hands of the Commission.

Mr. Chairman: It is no longer in the hands of the Commission.

کس کے ہاتھ میں ہے؟

Senator Mian Raza Rabbani: This is what I am trying to explain to you...

جناب چیئرمین: Few words میں بتائیں کہ کس کے ہاتھ میں ہے۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, it is a decision of the CCI and therefore, the CCI is with the Prime Minister and it is now a question that if all the CCI decisions have to be recalled then a summary will have to be moved to the CCI.

Mr. Chairman: CCI has already taken a decision on the issue.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, the CCI has already taken a decision on the issue that the Sindh is ready to take it on but they also want a certain chunk of Federal funding. The other provinces have..........

Mr. Chairman: In the given circumstances what message has to be given to the protesters?

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, in the given circumstances the best option is that (a) we will ensure that their arrears of salaries are cleared, No. 1.

No. 2, the question I believe is still with the Prime Minister and he is looking at the fact of talking to the other provinces again that whether they are willing to take them or not. So, I think we would have to wait to latter while because it is a question of getting the other provinces on board.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی، بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اس سے کہیں یہ تاثر بھی نہ جائے کہ

it is only with the Federal Government, I want to clarify it. You have said it is with the Prime Minister. Sir, it is not with the Prime Minister, it is with CCI. All the four Chief Ministers have to sit over there then they have to take the decision over there. So, primarily it is with the provinces, it is not with the Federal Government.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir I don't understand that my learned friend is so touchy. I am a part and parcel of this Government. It is not that I am shifting the blame on to the Prime Minister. Under the Constitution, the CCI is headed by the Prime Minister. So, therefore, to that extent, in the Federal Government it is dealt with by the Prime Minister.

جناب چیئرمین: جی، حاجی عدیل صاحب۔ آپ کو بھی سن لیتا ہوں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میرے پاس بھی ہمارے صوبے سے وفود آئے تھے۔ میں نے میاں صاحب اور افراسیاب خٹک صاحب سے بھی بات کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ کم از کم 6 ماہ کا ان لوگوں کو نوٹس دیا جائے اور 6 ماہ کے جو پیسے ہیں وہ فیڈرل گورنمنٹ ان کو pay کرے تاکہ یہ لوگ اپنے لئے کوئی دوسری job ڈھونڈ لیں۔

جناب چیئرمین: یہ 6 ماہ کا نوٹس کون دے گا؟

سینیٹر حاجی محمد عدیل: کیونکہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کے ملازمین ہیں اور فیڈرل گورنمنٹ نے یہ کہا تھا کہ 18 ویں ترمیم کے بعد ہم کسی کو بے روزگار نہیں ہونے دیں گے اور جن لوگوں کو صوبائی حکومتیں accept نہیں کریں گی ان کو ہم رکھیں گے۔ ایک تو 6 ماہ کی تنخواہ بھی ان کو نہیں ملی، اس کا تو انہوں نے بتایا ہے کہ شاید 30 جون تک ان کو مل جائے گی۔ چاہیے یہ کہ کم از کم 6 ماہ کا نوٹس ان کو دیں۔ پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر سٹاف ہیں۔ اگر 6 ماہ کی تنخواہ ان کو دی جائے تو کوئی تباہی نہیں آئے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابھی ہم نے فون پر جناب بشیر احمد بلور کے بیان کے حوالے سے ان سے پتا کیا۔ آج صوبائی اسمبلی میں خود بشیر احمد بلور نے اس خبر کے بعد ایک تفصیلی وضاحتی بیان دیا ہے کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ اخبار میں غلط چھپی ہے اور اخبار کے نمائندے سے بھی صبح سویرے انہوں نے کہا کہ یہ خبر غلط چھپی ہے اس کی تردید کریں۔ رانا ثناء اللہ نے تو کوئی 6 دن کے بعد وضاحت کی ہے۔ صوبائی اسمبلی میں آج ہی سینیئر منسٹر نے اس کی وضاحت کی ہے کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اب مشاہد اللہ کو اللہ ہی سمجھائے ہم تو نہیں سمجھا سکتے۔

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر سعیدہ صاحبہ۔

Senator Saeeda Iqbal: Sir, a lot has been said on the NCHD issue. I have also met those people.

اصل میں سارے contract ملازمین ہیں، کوئی پروفیسر نہیں ہے۔ It is informal education for adult literacy اور ان کے contract کی one month notice demand ہے۔ ان کا genuine issue میاں صاحب نے clear کر دیا ہے کہ ان کے dues pay کر دیے جائیں۔ اس کے بعد CCI جو فیصلہ کرتی ہے۔ They are not Professors at all, they are informal and part time teachers.

جناب چیئرمین: OK. Thank you. جی، قاضی صاحب۔

سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) جاوید اشرف: جناب! NCHD کی افادیت پر تو میں کچھ نہیں کہوں گا، رضا صاحب نے کافی detail میں بات کی ہے۔ Basically یہ organization بنائی گئی تھی کیونکہ ہمارے پاس کافی سکولز نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ اس کی background میں نہ جائیں۔

سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) جاوید اشرف: نہیں جناب! بڑا ضروری ہے یہ بتانا۔ بہت سے بچوں کو سکول access نہیں تھی اور کچھ جو fallout schools تھے ان سب کو education کی stream میں لانے کے لئے یہ decide کیا گیا تھا کہ گاؤں میں جو بچیاں پڑھی لکھی ہیں لیکن ویسے teaching cadre میں نہیں ہیں ان کو کچھ پیسے دے کر آمادہ کیا جائے کہ وہ ان بچوں

کو بڑھائیں۔ This was the aim اور یہ organization بڑا successfully operate کرتی رہی ہے اور انہوں نے کافی contribute کیا کیونکہ کئی ہزار بچے اور بچیوں کو basic education دے کر education stream میں لے آئے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ agreement یہ تھا کہ وہ partly funding خود raise کریں گے اور partly funding حکومت کرے گی لیکن بعد میں امریکہ وغیرہ یا جدھر سے بھی raise کرتے تھے وہاں سے source dried up ہو گیا اور پورے کا پورا burden حکومت پر آگیا۔ اب جو issue اس وقت بنا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے devolve تو کر دیا لیکن پہلے wholly solely funding مرکزی حکومت کرتی تھی، صوبوں میں بھی اور ہر جگہ پر یہ مکمل طور پر Federal Government funding تھی۔ اب جب آپ نے صوبوں کو کہا کہ آج سے یہ آپ کے babies ہیں لیکن آپ نے ان کو فنڈز نہیں دیئے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ additional burden کیوں لیں، آپ ان کی funding کریں۔ اب مرکزی حکومت کہتی ہے کہ ہم نے تو آپ کے حوالے کر دیا ہے اب devolve کر دیا اب آپ کے babies ہیں آپ سنبھالیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب ان کا کوئی والی وارث نہیں ہے وہ بالکل لاوارث ہیں، ان کی پچھلی تنخواہیں مرکزی حکومت نے دینی بند کر دیں کہ بھئی آپ تو devolve ہوگئے ہو، آپ اب ہمارے نہیں ہو، آپ کو 18th Amendment کے تحت صوبوں کو دے دیا ہے۔ ان کا کوئی والی وارث نہیں ہے، ان کو پچھلی تنخواہیں نہیں مل رہیں، اس کا علاج یہی ہے کہ ان کے arrears clear کئے جائیں اور آئندہ کے لیے جس طرح حاجی صاحب نے کہا کہ ان کو نوٹس دے کر فارغ کریں پھر صوبوں کی مرضی ہے کہ وہ اس سکیم کو continue کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔

جناب چیئرمین: جی ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! there is a little bit misunderstanding جہاں تک ان کی تنخواہوں کا تعلق ہے 30 June, 2011, pay کیوں نہیں دی جارہی مجھے سمجھ نہیں آرہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے بھی محکمے اور منسٹریاں devolve ہوئی ہیں اس کا current year کا بجٹ 30 June 2011 تک ہم نے جون 2010 میں provide کیا ہوا ہے۔ So, budgeted allocation is there دوسرا یہ ہے کہ اگر کوئی چیز بھی devolve ہوتی ہے let us say 1st January, 2011 میں ہوئی ہے تو اس کے چھ مہینے کے پیسے مرکزی

حکومت کے was supposed to transfer تو اس سال 30 June, 2011 کا جو ختم ہونے والا ہے یہ purely administrative مسئلہ ہے، یہ mismanagement ہے۔ اس میں صوبوں کے اور مرکز کے کئی problems ہیں، مرکز کے ساتھ چل رہے ہیں، پیسے روک لیتے ہیں، پیسے نہیں دیتے، ان کو protest کرنا پڑتا ہے وغیرہ لیکن ان غریبوں کی تنخواہیں ادا کی جا سکتی ہیں۔ They are budgeted amounts. اب جیسے انہوں نے فرمایا کہ CCI میں، آپ دیکھیں کہ یہ بڑا serious معاملہ ہے۔ There is a minimum wage in the country, 7000 rupee. اب صوبے کیوں لیں دو تین ہزار بندے جن پر ابھی verification بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ کدھر کام کر رہے ہیں، they are ghost or they are actual, they are working or they are not working. اب تین ہزار روپے تو وہ لے لیں اور immediately there is a gross violation of law technically. اب آپ ان کو یہ classify کردیں کہ informal educators ہیں وہ part timers ہیں تو یہ تو پھر مرکزی حکومت اپنی magnanimity to the interpretation of law کر سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صوبے نہیں کرسکتے تو یہ سات ہزار minimum wage کی بھی violation ہے۔ اب اسی لیے جو میاں صاحب نے فرمایا کہ even سندھ میں بھی qualified acceptance تھی کہ ہم اس condition پر لینے کے لیے تیار ہیں کہ آپ پیسے دے دیں، ہم ان کو پاس کرتے جائیں گے۔ دوسرے صوبے کہتے ہیں کہ اس کا فائدہ نہیں ہے اگر پیسے ضائع ہونے ہیں تو آپ خود ان کو handle کریں۔ Basically it was created for one man اور اس کا جو objective تھا کہ وہ funds mobilize کریں گے۔ جیسے قاضی صاحب نے فرمایا کہ وہ funds mobilize نہیں کرسکے۔ Donation, funding and grants internationally وہ سارے کا سارا بوجھ خزانے پر پڑا۔ ایک طرف یہ بوجھ خزانے پر پڑا اور دوسری طرف اس کی value on ground آپ کو نہیں مل رہی and this, I think is a trust deficit between the value for the expenditure یہ ساری وجوہات ہیں۔ آپ 30th June, 2011 تک کی ruling دے دیں کہ ان لوگوں کو payment کروائیں، بجٹ میں پیسے موجود ہیں۔

سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) جاوید اشرف: جناب والا! یہ funds Ministry کے ذریعے نہیں جاتے تھے یہ purely grants پر تھا یا یہ چندہ باہر کے ملکوں سے raise کرتے تھے یا پھر صدر کی طرف سے direct grant اس organization کو ملتی تھی جو کہ اب بند

ہو گئی ہے، یہ budgeted نہیں ہے۔ Ministry of Education کے بجٹ سے ان کو پیسے کبھی نہیں ملے۔

جناب چیئرمین: جی میاں صاحب اب آپ sum up کر دیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! میں دو سیکنڈ لوں گا۔ جناب والا! پہلی بات تو یہ ہے کہ جو بات ڈار صاحب نے کہی ہے وہ بالکل درست ہے کہ جو بھی functions devolve ہوئے ہیں ان کی pro rata basis پر پیسے صوبوں کو چلے گئے ہیں اور جو ہونے ہیں وہ مرکزی حکومت کے پاس موجود ہیں۔ قاضی صاحب کی یہ بات درست ہے کہ اس کی funding کے بارے میں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان کی تنخواہ جو رکی ہوئی ہے وہ اس لیے رکی ہوئی ہے کہ there is a dispute on the minuting of one of the ECNEC meetings. جس میں ان کے فنڈز کی فراہمی کی بات تھی اس پر

the Chairman of the NCHD has one point of view and the Planning Division has another point view. I think Dar sahib and Khattak sahib will remember that this issue also came up in the Implementation Commission. I will, on behalf of the Commission, undertake that this issue of their outstanding salaries is settled.

ایک بات اور کہی گئی کہ مرکزی حکومت نے during this process جب ہم اس کی بات کر رہے تھے we had even offered to the provinces, Khattak Sahib will remember that to an extent, the Federal Government will pick up the tab لیکن اس کے باوجود صوبوں نے کہا کہ ہم اس organization کو لینے کے لیے تیار نہیں۔

جناب چیئرمین: یہ ٹیچرز ہیں؟

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, they are not teachers like that, they are not qualified teachers.

جیسے ابھی جنرل صاحب نے فرمایا۔ جناب والا، یہ وہ پڑھی لکھی بچیاں ہیں they are educated girls but they are not qualified teachers.

Mr. Chairman: They are educators. Give them a respectable name.

ایسا کرلیتے ہیں کہ جتنے بھی ان کے representatives ہیں، چار پانچ representatives کو بخاری صاحب! آپ ذرا ان کو پیغام دے دیں، چار پانچ ان کے جو representatives ہیں وہ میاں رضا ربانی صاحب سے مل لیں۔ رضا ربانی صاحب! آپ Planning Commission کے لوگوں کو بھی بلا لیں اور کونسا concerned department ہے؟ ان کا چیئرمین کون ہے؟

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب والا! اور فنانس ہے۔

جناب چیئرمین: فنانس اور چیئرمین NCHD کو بلا لیں، ان کے representatives سے میٹنگ کر لیں اور ان کے جتنے بھی issues ہیں سن کر، ان کو تسلی بخش جواب دیں اور جتنے بھی ان کے outstanding dues ہیں ان educators کے they should be settled lawfully and whatever is lawfully due to them should be paid within 15 days from today. Thank you.

باقی اور کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے، کل میاں رضا ربانی صاحب you will be the first speaker. اس کے بعد سواتی صاحب ہیں، بابر اعوان صاحب ہیں اور نیر بخاری صاحب ہیں۔ اس ترتیب سے ہم سپیکرز کو سن لیں گے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب والا! میں second speaker ہوں گا۔

جناب چیئرمین: نہیں اب آپ کو first کر دیا ہے۔ The House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 21st June, 2011 at 10.30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 21st June. 2011 at 10.30]